ارشادات

شیخ التفسیر مولانا احمد علی

16/10

مسلمانوں کی حالت زار

ہمارا دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود واقعی رحمت تھا۔ کیونکہ حلقہ بگوشان اسلام تو بجائے خود رہے دشمنان اسلام جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے اور توحید کے حامی اور بتان پاک کی تعلیم کے دشمن ملت و نابود کرنے کے لئے سرگرم تھے ان پر بھی ابر رحمت کی جھڑی ایسا برستا رہا تھا۔ جیسے ایک فطری مشفق باپ یا مجسم رحم ماں کا دل اپنے بیٹے کا نالائقی پر کڑھتا ہے کہ ہائے یہ کیوں نہیں لائق بنتا؟ یہ بری عادتوں سے باز کیوں نہیں آتا؟

بانی

شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

۱۹ جمادی الاول ۹۰ھ ۲۴ جولائی

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسولؐ

مرتبہ : قاری فیوض الرحمٰن

○ مسلمان کی پردہ پوشی ○ بائیکاٹ کرنے والا
○ ہمسایہ کو تنگ کرنیوالا ○ سلام باعث برکت ہے

◎

مَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَہُ اللہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

سَتَرَ ۔ چھپایا، ڈھانکا۔

ترجمہ : جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔

تشریح مسلمان کا فریضہ ہے کہ بھلائی کا حکم دے اور برائیوں سے روکے مسلمان کا خیرخواہ اور ہمدرد رہے ۔ برائیوں پر سمجھائے۔ لیکن ایسا ہرگز نہ کرے کہ مسلمان بھائی کے عیب لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرے۔ اس سے مسلمان بھائی کی رسوائی ہوتی ہے۔

عیب تو ہم سب میں موجود ہیں ۔ اللہ پاک ستار العیوب ہے اللہ تعالےٰ نے اپنی مہربانی سے ہمارے عیوب پر پردہ ڈالا ہوا ہے۔ پس اپنے عیوب پر نظر چاہیئے پھر لوگوں کے عیب کم نظر آتے ہیں ۔ ؏

پڑی اپنے گناہوں پر جب نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اس لئے دوسرے بھائیوں کے عیوب کی تشہیر نہ کرے ۔ ورنہ گھر بیٹھے بیٹھے حق تعالےٰ رسوا کر دیں گے ۔ ہمیشہ پردہ پوشی سے کام لے ۔ اللہ پاک بھی ایسے شخص کے گناہوں پر پردہ ڈال دیں گے۔

◎

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ۔

(بخاری و مسلم)

قَاطِعٌ ۔ تعلقات توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

تشریح : مسلمانوں کو قطع رحمی سے روکا گیا ہے اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے ۔ قطع رحمی جنت میں داخلے سے مانع ہو گی ۔ تعلقات توڑنے میں کمال نہیں ۔ کمال یہ ہے کہ بائیکاٹ کرنے والوں سے بھی تعلقات جوڑ لئے جائیں۔ اسی لئے کہیں دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"جو تجھ سے کٹے تو اس سے جڑ۔"

اگر اس مختصر حدیث پر ہمارا عمل ہو جائے اور ہر شخص تعلقات استوار کرنے کے درپے ہو تو یہ دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی ہے ۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ :

"مسلمان کے لئے اپنے مسلمان بھائی سے تین دن کلام چھوڑنا جائز نہیں ہے۔"

◎

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ لَّا یَأْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ (مسلم شریف)

جَارٌ ۔ ہمسایہ ۔ بَوَائِقُ ، بَائِقَۃٌ کی جمع ہے ۔ برائی، شر۔

ترجمہ : جنت میں وہ شخص داخل نہیں ہو گا جس کی برائیوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہ ہو۔

تشریح ہمسائے وہ ہیں جو ہمارے قرب و جوار میں رہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی بہت تاکید فرمائی ہے جو شخص اپنے ہمسایہ کو دکھ دیتا ہے وہ تمام احکام کو پس پشت ڈال رہا ہے ۔ پس جس شخص کا ہمسایہ اس کی برائیوں سے محفوظ نہیں ہے وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ایک جگہ رہنے والے ، ایک سکول یا کالج میں پڑھنے والے، ایک گاڑی میں سفر کرنے والے آپس میں ہمسائے ہیں ۔ پس ہمسائے کے ساتھ ہمدردی، مہربانی اور حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیئے۔

◎

یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَھْلِکَ فَسَلِّمْ تَکُنْ بَرَکَۃً عَلَیْکَ وَ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِکَ ۔

بُنَیَّ ، میرے بیٹے ۔ سَلِّمْ ، سلام کرو ۔ اَھْلِ بَیت ۔ گھر والے ۔

ترجمہ : اے بیٹے ! جب گھر والوں پر داخل ہو تو سلام کہو ۔ یہ باعث برکت ہو گا تمہارے لئے بھی اور تمہارے گھر والوں کے لئے بھی۔

تشریح اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے ، یہ اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو السلام علیکم کہیں ۔ جب گھر میں داخل ہوں، تو گھر والوں کو سلام کریں ۔ گھر میں والدین ہوں ، عورتیں ہوں یا مرد ، چھوٹے ہوں یا بڑے ، جب بھی مومن گھر میں جائے تو سلام کہے۔

سلام کہنے والے کو اجر و ثواب ملتا ہے ۔ اسی طرح جواب دینے والوں کو بھی اجر ملتا ہے ، اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ۔ گھر میں سلامتی اور عافیت اترتی ہے۔

یہ "سلام مسنون" صرف گھر تک ہی محدود نہیں ، بلکہ جس مسلمان بھائی کو نہ بھی پہچانتا ہو تو بھی سلام کرے ۔ سلام کو عام کرنا چاہیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی ارشاد ہے ۔ (اَفْشُوا السَّلَامَ)

سلام کا رواج دوسرے مذاہب میں بھی ہے مثلاً گڈ مارننگ (GOOD MORNING) گڈ نون (GOOD NOON) گڈ آفٹرنون (GOOD AFTER NOON) گڈ ایوننگ (GOOD EVENING) گڈ نائٹ (GOOD NIGHT) وغیرہ مگر جو الفاظ اسلام نے ہمیں سکھائے ہیں وہ سب سے بہتر ہیں ۔ "صبح اچھی ہو، شام اچھی ہو" کے مقابلے میں السلام علیکم کتنا پیارا اور جامع سلام ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہیں سلامتی نصیب ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۱۹ جمادی الاوّل ۱۳۹۰ھ
۲۴ جولائی ۱۹۷۰ء

جلد ۱۶
شمارہ ۱۰

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

مولانا احمد علیؒ اور مودودی صاحب

اختلافی مسائل کا علماء کرام کے بورڈ سے فیصلہ ہو جانا چاہیئے

معاصر عزیز چٹان نے "مولانا غلام اللہ خاں بنام مولانا مودودی صاحب" کے زیر عنوان جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبید اللہ صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ کی ایک تازہ روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"ابا جان نور اللہ مرقدہٗ حیات تھے تو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی انہیں ملنے آئے۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے مولانا سے کہا۔ آپ کی کتابوں سے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں قرآن و سنّت سے تحریف کی گئی ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں مخلص ہوں تو سب سے پہلے مجھے کہیں، کلام تو متکلم سے ہوتا ہے متکلم نے جو کچھ کہا ہو اس سے دریافت کیا جائے کہ تمہارا مطلب کیا ہے خود مطلب پہنانا انصاف ہے نہ دیانت، بالفرض میں نے کوئی غلطی کی تو صحیح طریق کار یہ ہے کہ وہ لوگ مجھے اصلاح کی دعوت دیں نہ کہ احتجاج کا ہنگامہ کھڑا کریں اور وہ باتیں مجھ سے منسوب کریں جو میری کسی تحریر و تقریر میں نہیں ہیں۔

مولانا عبید اللہ راوی ہیں کہ مولانا ابوالاعلیٰ نے ابا جان سے کہا کہ وہ مولانا احمد علیؒ کو بلا لیں میں بھی حاضر ہو جاؤں گا اگر میں غلط نکلا تو آپ میری تحریروں کے جس جس حصے پر قلم لگا دیں گے میں فوراً کاٹ دوں گا۔ القصہ مولانا احمد علیؒ سے وقت طے ہو گیا جس دن مولانا احمد علیؒ کو حوالے لے کر نشاندہی کے لئے آنا تھا وہ تشریف نہ لائے۔ ان سے کچھ دیر پہلے غلام غوث ان کا خط لے کر وارد ہوئے ابا جان کے نام تحریر تھا کہ "میں منشی مودودی کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔"

اس پر ابا جان کبیدہ خاطر ہو گئے انہوں نے خط پڑھ کر غلام غوث سے کہا۔ "کہ آپ ایک غیر اسلامی تحریک میں نا مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو سکتے تھے لیکن اسلامی مقصد کے لئے ایک مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے کو بھی تیار نہیں مجھے اس گریز، انکار اور فرار سے دکھ ہوا ہے۔"

(چٹان ۱۲ جولائی ۱۹۷۰ء)

ایڈیٹر چٹان نے چونکہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو موضوع بحث بنایا ہے اس لئے خدام الدین کے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ وہ ان تمام اعتراضات اور ان کی ذات گرامی کی طرف منسوب الزامات کا مدلل جواب دے۔

اوّلاً — جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبید اللہ صاحب ہزاروی ثم امرتسری جو خیر سے جماعت اسلامی کی ذیلی تنظیم اتحاد العلماء کے باقاعدہ رکن ہیں انہیں جب اپنے ابا جان حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تاریخی واقعہ معلوم تھا تو انہوں نے آج تک اسے اپنے سینے کے سرد خانہ میں کیوں سٹور کئے رکھا؟ ان کی یہ تازہ تصنیف اگر مبنی بر صداقت ہے۔ اور اس میں مودودی صاحب کی ان تازہ ترین ملاقاتوں کا کوئی دخل نہیں ہے جو انہوں نے نماز جمعہ کے بعد جامعہ اشرفیہ کی مسجد حسن میں کی ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کی تحریروں اور ان کے خلاف قرآن و سنت عقائد و نظریات پر اعتراضات تو حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کی زندگی میں ایک عرصہ سے ہو رہے تھے۔ انہوں نے یہ معلومات افزا انکشاف حضرت مفتی صاحب کی حیات مبارک میں کیوں نہ کیا۔ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں یہ معلومات کیوں نہ فراہم کیں کہ ان سے واقعہ کے سچ جھوٹ ہونے کی بابت دریافت کر لیا جاتا۔ اگر یہ وضع کردہ اصول صحیح ہے کہ کلام تو متکلم سے ہوتا ہے اور مفہوم کلام متکلم ہی واضح کر سکتا ہے تو انصاف کے ساتھ فرمائیے آج حضرت مفتی صاحب اور حضرت

لاہوری صاحبؒ کی وفات کے بعد اس واقعہ کے سچ جھوٹ کا فیصلہ کون کرے گا؟

مولانا عبیداللہ ہزاروی کے پاس اگر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا خط محفوظ ہے تو براہِ کرم اسے شائع فرما دیں تاکہ لوگوں پر حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔

مودودی صاحب نے آج تک اس واقعہ کا ذکر کیوں نہیں کیا ہے جبکہ ان کے نظریات کی بابت ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے۔

مولانا عبیداللہ صاحب ہزاروی نے اس واقعے میں چونکہ مولانا غلام غوث کا بھی حوالہ دیا ہے اور مولانا احمد علیؒ کے جواب کا ذریعہ ان کی ذات کو قرار دیا ہے۔ اس لئے مولانا غلام غوث کی شہادت فیصلہ کن ہونی چاہیئے۔ کیا اس واقعہ کی بابت ان کی شہادت قابل قبول ہوگی؟ اور جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبیداللہ صاحب یا ایڈیٹر چٹان مولانا غلام غوث صاحب کے اظہار حقیقت سے سیخ پا تو نہ ہوں گے؟ اور ان کی جبینِ غرور پر شکن تو نہ پڑ جائیں گے؟

ثانیاً: بقول مولانا عبیداللہ ہزاروی اگر مودودی صاحب کی تحریرات میں قرآن و سنّت یا اسلامی تعلیمات کے خلاف کوئی چیز نہیں ہے اور مودودی صاحب پوری خدا ترسی اور اخلاص کے ساتھ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ کوئی اللہ کا بندہ ان کی غلطیوں یا نظریاتی لغزشوں کی نشاندہی کر دے تو وہ اسی وقت ان پر لکیر پھیر دیں گے تو خدا کے لئے وہی فرما دیں کہ پھر حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مفتی کفایت اللہؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا احمد سعید دہلوی، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا محمد یوسف امیر تبلیغی جماعت، مولانا خیر محمد، مولانا محمد طیب، مولانا شمس الحق افغانی، مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا منظور احمد نعمانی، مولانا احمد سعید کاظمی، مفتی محمد شفیع، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا ظفر احمد عثمانی اور خود آغا شورش کاشمیری کی طرف سے مودودی صاحب کی فکری گمراہیوں اور نظریاتی کوتاہیوں کی نشاندہی اور ان پر بھرپور تنقید کیوں ہوتی رہی ہے اور اس کے جواب میں مودودی صاحب نے پوری زندگی میں کبھی اپنی غلطی کا اعتراف کیوں نہیں کیا ہے؟

مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام کی طرف سے مودودی صاحب کے خلافِ اسلام عقاید و نظریات کی نشاندہی اور نہایت معقول اور مدلل انداز میں وضاحت کے باوجود مودودی صاحب کی ہٹ دھرمی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے آپ کو فوق البشر، معصوم عن الخطاء، غلطیوں اور کوتاہیوں سے مبرا سمجھتے ہیں اور اسلام کی تعبیر و تشریح کے لئے ان کے نوکِ قلم سے ایک بار جو حرف کاغذ پر ثبت ہو گیا ہے، اس کی حیثیت نوشتۂ لوحِ محفوظ سے بھی زیادہ مقدس ہے اور اس میں کسی نوعیت کا تغیر و تبدل اب ممکن نہیں ہے۔

مولانا احمد علیؒ کا طرزِ عمل

معاصر چٹان نے بروایت مولانا عبیداللہ ہزاروی حضرت مولانا احمد علیؒ کی ذاتِ گرامی پر یہ الزام بھی عائد کیا ہے کہ ان کے ابا جان کے فرمان کے مطابق "وہ نامسلمانوں کے ساتھ تو شریک ہو سکتے تھے لیکن اسلامی مقصد کے لئے ایک مسلمان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے کو تیار نہیں"۔

حضرت مولانا احمد علیؒ کی ذات پر اس سے زیادہ بہتان طرازی کوئی نہیں ہو سکتی۔

جس شخصیت کے بارے میں وہ خود یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ "نامسلمان" کے ساتھ بیٹھ سکتے تھے وہ مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنے سے راہِ فرار کیونکہ اختیار کر سکتے تھے۔

مودودی صاحب کے سابق دستِ راست اور سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان مولانا امین احسن اصلاحی سے ہی دریافت کر لیجئے کہ تحریکِ ختمِ نبوت کے دوران حضرت مولانا احمد علیؒ اسلامی مقصد اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے لئے جماعتِ اسلامی کے رہنماؤں سے ملتے رہے ہیں یا نہیں؟

وہ منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے کہ ۱۹۵۶ء میں صحیح دستور اسلامی کے نفاذ کے لئے جب علماء کے خصوصی اجلاس منعقد ہوتے تھے تو جہاں بریلوی مکتبِ فکر کے رہنما مولانا سید ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں اور جمعیۃ اہلحدیث کے امیر مولانا سید محمد داؤد غزنوی موجود ہوتے وہاں مولانا احمد علی بھی رونق افروز ہوتے تھے۔ جو شخص مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے مدرسہ "تقویۃ الایمان" شیش محل روڈ لاہور میں مولانا ابوالحسنات کی صدارت میں منعقدہ اجلاس میں شرکت پر فخر کرتا ہو وہ اسلام کی خاطر مودودی صاحب کے ساتھ گفتگو پر کیونکر آمادہ نہ ہو سکتا تھا۔ جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبیداللہ ہزاروی ثم امرتسری کو کوئی اور افسانہ تراشنا چاہیئے

ہمارے پاس شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ کی ایسی تحریریں موجود ہیں جس میں انہوں نے مودودی صاحب کو نہ صرف صحیح اسلامی نظریات قبول کرنے کی دعوت دی ہے بلکہ مودودی صاحب کے حق میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں کہ

"اے اللہ! مودودی صاحب ہمارے ہیں اور ہم ان کے ہیں وہ راہ راست سے ہٹ گئے ہیں تو اپنے خاص فضل و کرم سے انہیں ہدایت عطا فرما"۔

ان دعائیہ کلمات کے جواب میں جماعت اسلامی کے صالح اور "خدا ترس" اہل قلم نے مولانا احمد علیؒ کو وہ بے نقط گالیاں دیں اور ان کی شان میں وہ گستاخیاں کی ہیں کہ ہم فی الحال ان کے تحریری حوالہ جات کو کسی دوسری اشاعت کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

آج ہماری معروضات کا مقصد صرف یہ ہے کہ مولانا احمد علیؒ کی ذات ہرگز ایسی نہ تھی جو اسلام کی خاطر کسی شخص سے ملاقات کے لئے تیار نہ

ہو سکتی ہو اور گفتگو کے لئے انہوں نے خود وقت مقرر کر کے اپنے جھوٹ کی پردہ پوشی کے لئے راہِ فرار اختیار کر لی ہو۔

جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبیداللہ صاحب ہزاروی (کیمبلپوری) کی روایت اگر صحیح ہے جو ایڈیٹر چٹان نے ان کی طرف منسوب کی ہے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا عبیداللہ نے حضرت لاہوریؒ کی وفات کے بعد ایسی بات کہہ کر حضرت شیخؒ کی روح کو تکلیف پہنچائی ہے اور ان کا یہ انداز سراسر غیر اسلامی اور غیر شریفانہ ہے انہیں چاہیئے کہ وہ بزرگوں کے کفن میلے کرنے اور انہیں رسوا کرنے کی مہم چلانے کی بجائے کوئی اور مشغلہ اختیار فرمائیں۔

اگر مودودی صاحب کے "خالص اسلامی عقائد" کی پاسبانی کا شوق انہیں زیادہ ہی ستا رہا ہے اور وہ مودودی صاحب یا ان کے کسی بڑے سرمایہ دار معتقد کے احسانات کا بدلہ وہ ضرور اتارنا چاہتے ہیں تو انہیں کھل کر جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم پر اور مودودی صاحب کی آغوش میں برملا آ جانا چاہیئے۔

جماعت کی ذیلی تنظیم "اتحاد العلماء" کی کمین گاہ میں بیٹھ کر یہ تیراندازی اور فتنہ بازی خود ان کے لئے خطرہ کا موجب ہو سکتی ہے۔

علماء کا بورڈ

جہاں تک مودودی صاحب کی قرآن و سنت کے خلاف تحریرات کا تعلق ہے ان کے براہ راست مخاطب اگرچہ مولانا غلام اللہ صاحب ہیں اور ان کے چیلنج کا جواب وہ ضرور دیں گے لیکن اسلام کے صحیح نظریات کے تحفظ کی خاطر ہم ایڈیٹر چٹان کی اس پیشکش کا خیرمقدم کرتے ہیں جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر مولانا غلام اللہ خان صاحب نے مودودی صاحب کی تحریفات ثابت کر دیں تو اللہ و رسول گواہ ہیں مولانا مودودی کے بجائے وہ ان کی صف میں ہوں گے۔

ہم ایڈیٹر چٹان آغا شورش کاشمیری کے لئے استقامت کی دعا کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ اپنے دعاوی میں واقعی مخلص ہیں تو انہیں ایک بار پھر مودودی صاحب سے بات کر لینی چاہئیے وہ اپنی تحریرات سے رجوع کرنے اور خلافِ اسلام نظریات سے توبہ کرنے کے لئے آمادہ بھی ہیں۔

آغا صاحب مطمئن ہو جائیں تو حصولِ مقصد کے لئے مختلف مکاتبِ فکر کے جیّد اور ممتاز علماءِ کرام کا ایک بورڈ قائم کرنے کی تجویز ہم پیش کئے دیتے ہیں۔ اس میں جمعیۃ علماءِ اسلام کا کوئی نمائندہ بے شک شامل نہ کیا جائے۔ کیونکہ یہ جماعت آپ حضرات کے نزدیک ایک فریق کی حیثیت اختیار کر گئی ہے ___ مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔

دیوبندی حضرات:۔ مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا شمس الحق افغانی شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ بہاولپور، مولانا خیر محمد، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک، مولانا غلام اللہ خان، مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور۔

بریلوی حضرات:۔ مولانا ابوالبرکات، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور، صاحبزادہ فیض الحسن۔

اہلحدیث حضرات کی حقیقی نمائندگی اگرچہ مولانا سیّد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسمٰعیل سلفی جیسے بزرگوں کے ہاتھ میں تھی اور یہ جمعیۃ خلفشار کا شکار ہو گئی ہے۔ بایں ہمہ مولانا عطاء اللہ حنیف اور مولانا سیّد ابوبکر غزنوی ان کی نمائندگی کے لئے کافی ہیں۔

غیر جانبدار حضرات میں سے فیصل کے فرائض انجام دینے کے لئے بین الاقوامی شہرت کے مالک، ممتاز عالم دین اور رابطہ عالم اسلامی کے محرّک و مجوّز مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی، مولانا غلام رسول مہر، مولانا امین احسن اصلاحی، مولانا غلام مرشد اور امیر تبلیغی جماعت مفتی زین العابدین کی خدمات حاصل کی جائیں۔

یہ علماء کرام مودودی صاحب کی تحریرات کی بابت جو بھی فیصلہ کریں گے ہم پوری نیازمندی کے ساتھ اس کا خیرمقدم کرتے ہوئے سرِ تسلیم خم کریں گے اور ایڈیٹر چٹان کے دوش بدوش ان کی صف میں شامل ہونے میں فخر محسوس کریں گے۔ لیکن اگر مودودی صاحب اس کے لئے آمادہ نہ ہوں تو پھر اخلاق و شرافت اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آغا شورش کاشمیری کو مودودیت کی بے جا حمایت اور اس کے غیر اسلامی نظریات کی تبلیغ سے دستکش ہو جانا چاہئے اور اہل حق علماء کی صف میں آ کر پوری بے جگری اور بے باکی کے ساتھ حق کا بول بالا کرنا چاہئے۔

دیکھئے ___ آغا صاحب ___ مودودی صاحب کی رعونت و انانیت کا غبار اتارنے میں کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ مودودی صاحب صحابۂ کرامؓ حتیٰ کہ دورِ خلافتِ راشدہ کو تو اپنی زہریلی تنقید سے معاف نہیں کرتے اور اپنی ذات کو ہر قسم کی تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں!

کوہستان کی ڈائری

خدام الدین کی ایک اشاعتِ گذشتہ میں "ایک عظیم اور شاندار جلوس جس نے ہماری لاج رکھ لی" کے عنوان سے ایک مضمون چھپا ہے۔ یہ مضمون احسان بی اے کی ڈائری ہے جو معاصر کوہستان نے شریعت کانفرنس کے بعد شائع کی ہے "اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ" کہ عظمت و فضیلت وہ ہوتی ہے جس کا دشمن بھی اعتراف کریں۔

معاصر کوہستان اب خالصتہً جماعتِ اسلامی کے قبضہ و تصرّف میں آ گیا ہے اور جماعت کے ایک بہت بڑے سرمایہ دار و صنعت کار رہنما رانا اللہ داد صاحب "رانا موٹرز" اس کے چیئرمین ہیں۔

جماعتِ اسلامی کے ترجمان کے ڈائری نویس کو بھی جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ علماء کرام کی طاقت و عظمت کا کھلے بندوں اعتراف کرنا پڑا۔

یہ ڈائری اگرچہ جماعت اسلامی کی ہدایات اور پالیسی کی آئینہ دار بھی ہے اور اس میں بعض مقامات پر علماء کرام کے پاکیزہ دامن پر اپنی عادت کے مطابق چھینٹے بھی پھینکے ہیں۔ بایں ہمہ ڈائری نویس علماء کی عزت و عظمت کا سکّہ مانتے ہیں اور اس جلوس کو "لاج" سے تعبیر کرتے ہیں۔ واقعتہً علماء حق ہی اسلام اور ملّت کی لاج ہیں۔

مجاہد الحسینی

مولانا سید اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ —— ایک تاریخی سرگزشت

٩

◎

دارالعلوم دیوبند کے بعد مغربی پاکستان کی سب سے بڑی دینی درسگاہ مدرسہ خیرالمدارس ملتان کا معائنہ کرنے اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ استاذ العلماء مولانا خیر محمد صاحب جالندھری کی خصوصی دعوتِ طعام (عشائیہ) میں شرکت کے لئے مولانا سید اسعد مدنی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خیرالمدارس واقع بیرون دہلی دروازہ میں تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب کے ہمراہ مدرسہ کے اساتذہ، طلباء اور دیگر معززین شہر، دینی جماعتوں کے ممتاز رہنماؤں نے وہاں آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا سید ابوذر بخاری اور دوسرے برادران نے وہیں آپ سے ملاقات کی۔

اس تقریب میں مختلف علمی مسائل پر گفتگو ہوئی۔ مولانا سید اسعد مدنی کو مدرسہ خیرالمدارس کی درسگاہوں خصوصاً دارالحدیث، کتب خانہ، جامع مسجد خیرالمدارس اور دوسری زیر تعمیر درسگاہوں کا بھی معائنہ کرایا گیا۔ آپ مدرسہ خیرالمدارس کی رفتار ترقی اور نظام کار سے بے حد متاثر ہوئے۔ کہ استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب مسلسل بیماری، ضعیف العمری اور نقاہت کے باوجود پوری دلچسپی کے ساتھ خیرالمدارس کو چار چاند لگانے اور اس کے معیارِ تعلیم و تدریس کو فزوں تر کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے دئیے گئے عشائیہ سے فارغ ہو کر مولانا سید اسعد مدنی واپس قاسم العلوم کے لئے روانہ ہوئے۔

ملتان میں قیام کے دوران آپ نے حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ، شاہ رکن عالمؒ اور حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مزارات پر فاتحہ خوانی کی — حضرت امیر شریعتؒ کے مرقد پر دیر تک محوِ تلاوت رہے۔

◎

۱۲ مارچ کو نماز فجر کے بعد مولانا سید اسعد مدنی دارالعلوم کبیروالا کے لئے روانہ ہو گئے۔ وہاں آپ کے اعزاز میں دارالعلوم کبیروالا کے مدرس اور مولانا اسعد مدنی کے ہم جماعت مولانا سید فیض علی شاہ نے ناشتے کا اہتمام کر رکھا تھا۔ حضرت شیخ مدنیؒ کے خلیفہ حضرت پیر خورشید احمد شاہ صاحب بھی اپنی رہائش گاہ موضع عبدالحکیم سے کبیروالا تشریف لائے تھے آپ سے ان کی قیام گاہ پر ہی ملاقات ہوئی۔

کبیروالا سے جلد فراغت پا کر آپ واپس ملتان تشریف لے آئے۔ اور لائل پور روانہ ہونے کے لئے سیدھے ملتان چھاؤنی کے ہوائی اڈہ پر پہنچ گئے۔ وہاں ممتاز علماء کرام، دینی جماعتوں کے رہنما اور معززین شہر کے علاوہ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے آپ کے معتقدین اور مریدوں کی ایک کثیر تعداد الوداع کہنے کے لئے موجود تھی۔

براستہ لائل پور لاہور جانے کے لئے جہاز ائرپورٹ پر پہنچ گیا۔ مولانا سید اسعد مدنی جب ہوائی جہاز میں سوار ہونے کے لئے جانے لگے تو پی، آئی، اے کے عملہ اور دیگر ممتاز شخصیات نے عقیدت مندانہ جذبات و احساسات

◎

مدرسہ خیرالمدارس میں تشریف آوری

◎

روانگی برائے لائل پور

کا مظاہرہ کرتے ہوئے آپ کو الوداع کہا۔ ایرپورٹ کے راستہ میں دو رویہ کھڑے ہزاروں شائقین نے دعا کی درخواست کی تو مولانا مدنی نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو اپنے ساتھ شامل کرتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے یہ منظر نہایت رقت آمیز اور کیف آور تھا۔

جہاز کی پرواز کا وقت ہو چکا تھا اس لئے لائل پور جانے والے حضرات جہاز میں سوار ہونے کے لئے روانہ ہو گئے۔

مولانا سید اسعد مدنی اور آپ کے تمام رفقاء سفر نے جہاز کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر عقیدت و محبت کے بحر بیکراں کو گرمجوشی کے ساتھ خراجِ تحسین پیش کیا۔

جہاز میں سوار ہونے لگے تو معلوم ہوا کہ ایس۔ پی ملتان سردار فضل محمود خاں صاحب بھی اسی جہاز کے ذریعہ لاہور جا رہے ہیں۔ سردار فضل محمود خان صاحب کو دیکھ کر میں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کسی دینی جماعت کے رہنما ہیں۔ کیونکہ ان کے چہرے پر لمبی داڑھی،

(باقی ص ۱۸ پر)

مجلسِ ذکر

آپ کے سچّے خیر خواہ علماءِ حق ہیں

از: حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ———— مرتبہ: محمد عثمان غنی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ:-
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (الحجر ۹)

ترجمہ: ہم نے یہ نصیحت اتاری ہے اور بے شک ہم اس کے نگہبان ہیں۔

سب سے پہلے میں اُس خالقِ ارض و سما کا شکر ادا کرنا واجب سمجھتا ہوں کہ جس نے ہمیں حیاتِ مستعار جیسی نعمتِ عظمٰی عطا فرمائی ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا اور اپنے نبیؐ کا کلمہ گو بنایا۔ یہ اتنی بڑی سعادت ہے کہ دنیا بھر کی دولتیں خرچ کر دینے سے بھی میسر نہ آئے۔ محض خدا کے فضل سے میسر آتی ہے۔ جیسے کہ ہوا لاکھوں روپے بھی خرچ کر ڈالتے تو شاید میسر نہ آ سکتی اور اللہ کی طرف سے بے حد و بے حساب ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا کِتٰبَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو ہاتھ میں رکھو گے کبھی گمراہ نہیں ہو گے (وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟) اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ یعنی قرآن اللہ کا دستور اور قانون ہے اور احادیثِ نبویؐ اس کی سائینٹفک تشریحات ہیں۔ نبیؐ کی زبان سے جو ارشاد ہوتا ہے اللہ نے ذمہ داری لی اور گارنٹی عطا فرمائی۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی ۝ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ (النجم ۳-۴) اس لئے قرآن اور حدیث دونوں پر ایمان، دونوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ یہ دونوں نجات کا سامان ہیں، اللہ تعالےٰ رب العالمین نے رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں لکھا لکھایا نوشتہ اور دستورِ حیات عطا فرمایا۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (بقرہ ۲) جس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس لئے ہم پر اس قانونِ قرآن کی پابندی عائد ہوتی ہے اور عائد ہی نہیں ہوتی، بلکہ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (آل عمران ۱۱۰) خدائی فوجدار کی حیثیت سے ساری دنیا میں اس کو آشکارا کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ بھی یہی تھا۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۝ (التوبہ ۳۳) بقول علامہ اقبال ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

حق و باطل کی آویزش ہمیشہ سے رہی ہے، آج بھی ہے اور تا ابد رہے گی۔ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

"اس جہان میں خیر و شر کہئے یا نیک و بد۔ دونوں لائنیں ریل کی پٹڑی کی طرح برابر چلی آ رہی ہیں اور اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتیں جب تک جہان کو ختم نہ کر دیا جائے ختم ہونے کے بعد ہی حساب بیباق ہو سکتا ہے کہ ہر شخص نے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کس لائن کی حمایت کی اور پھر خیر والوں نے خیر کی حمایت میں کتنی محنت کی۔ اور کتنی تکلیف اٹھائی اور شر والوں نے شر کی لائن کی کتنی تائید کی کتنا روپیہ صرف کیا یا کتنا وقت صرف کیا وغیرہ وغیرہ مثلاً بادشاہی مسجد لاہور میں سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی بنائی ہوئی ہے۔ ہر نمازی اور ہر ذاکر کا ثواب جو اس مسجد میں بیٹھ کر کرے گا عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پہنچتا رہے گا اور جس شخص نے سینما بنایا ہے۔ جب تک یہ رہے گا جتنا روپیہ اور وقت لوگ اس میں برباد کریں گے۔ جتنے لوگوں کے اخلاق خراب ہوں گے سب کا گناہ اس بنانے والے کو بھی ہوتا رہے گا۔

(ملفوظاتِ طیبات ص۳۸)

سچّے، کھرے اور خدا کے فرمانبردار اور خدا کے رسول کے پیروکار جو ہیں ان کے لئے تو کوئی خطرہ نہیں، کوئی ڈر خوف ہے ہی نہیں۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَ لَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس ۶۲) ڈر ان کو ہے جو بے ایمان ہیں، ڈر ان کو ہے جو بدعقیدہ ہیں، ڈر اُن کو ہے جو بے نماز ہیں، ڈر اُن کو ہے جو بے روزہ ہیں، ڈر اُن کو ہے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ زبانی جمع خرچ کرتے ہیں اور عمل کے لحاظ سے کھوٹے ہیں، قربانی کا انکار کر دیا، جہاد کا انکار کر دیا۔ مرزا ہمارے زمانے میں پیدا ہوا وہ کہتا ہے کہ میرے واسطے سے جہاد حرام ہو گیا۔ اُدھر یہ ہے کہ سارے مرزائی فوج میں بھرتی کرا لئے۔ حالانکہ اللہ کے نبیؐ کا واضح فرمان ہے کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔ کیوں؟ کہ اگر شرک رہے گا، کفر و ظلمت باقی رہے گی تو نورِ حق کو بھی اللہ تعالیٰ باقی رکھیں گے وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ۝ (بنی اسرائیل ۸)

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا
(مولانا ظفر علی خاں مرحوم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جہاد قیامت تک باقی رہے گا۔ اب کسی کو کیا حق ہے نبیؐ کی بات میں ترمیم کا؟

سو ڈیڑھ سو سالہ تاریخ ہے آپ کی جنگ حریت کی اور پاکستان انہی قربانیوں کے صدقے میں معرضِ وجود میں آیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ سرّوں اور خان بہادروں نے اسلام کے ساتھ غداری کر کے انگریز سے سرداریاں، زمینداریاں اور سرّوں، خان بہادروں کے خطابات لیے، علماء بچارے پھانسیوں پر لٹکتے رہے۔ جب انگریزوں کو دلی میں اقتدار منتقل ہوا تو پانچ سو علماء کو پھانسی پہ لٹکا دیا۔ پھر دلی سے لے کر میرٹھ تک اور اجمیر سے لے کر مری تک یہی حشر ہوا۔ پھر بھی اللہ کے فضل سے علماءِ حق موجود ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ دین عطا فرماتا ہے وہ انسان سے کیا ڈرتے ہیں؟ اسے سوائے رحمٰن کے کسی کا ڈر خوف نہیں ہے ـــــ پھر آپ دیکھیں۔ اگرچہ سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تحریک بالاکوٹ میں ختم ہو گئی لیکن ان کے بقیہ اب تک موجود ہیں ـــــ چمرقند میں بھی ہیں۔ اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں شاہ ولی اللہؒ کی تحریک کو زندہ کیا اور ہندوستان کی ایک ہمہ گیر تحریک بنا دی۔ نتیجۃً انہی کے نام لیوا اور خدام تھے جنہوں نے انگریز کو اس ملک سے بیک بینی و دو گوش دیس نکالا دیا اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہندوستان سے انگریز کو نکالنے کے لئے ہم جو جہاد کر رہے ہیں یہ صرف ہندوستان ہی کے لئے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لئے ہے۔

یہ بدبخت جہاں جہاں بھی گئے انہوں نے خدا کی نافرمانی، بے حیائی، گمراہی کو اس قدر عام کیا کہ یہود و نصاریٰ پہ ساری دنیا کی قومیں لعنت ملامت بھیجتی ہیں۔

لندن کے "مہذب" علمبرداران تہذیب کا حال اس وقت یہ ہے کہ جو فعلِ شنیع قومِ لوط کی تباہی کا باعث بنا اس فعلِ بد کو ان ظالموں نے اپنے ہاں قانوناً جائز قرار دے دیا ہے۔ یہ بدمعاشی کی انتہا ہے کیا یہ قومیں دنیا کی امامت کے قابل ہیں؟ یہ اصل میں ہم پہ خدا کا عذاب ہے۔

بہرحال اب آپ کے امتحان کا وقت آیا چاہتا ہے۔ اگر رائے اسلام کے حق میں آپ نے دی تو ساری زندگی اسلام کے ڈنکے بجیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ کے شاملِ حال ہوں گی اور آپ کی نجات کا سامان ہوگا۔ خدانخواستہ اگر یہاں پر کوئی غلط نظام رائج ہو گیا تو پھر یہ ہماری بدقسمتی ہوگی۔ پاکستان کی بقاء اور دونوں بازوؤں کے اتحاد کا دار و مدار اسلام پر منحصر ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کے سروں پر تلوار ہماری وجہ سے لٹک رہی ہے۔ ان کی سلامتی بھی اسی صورت میں ہے کہ ہم مضبوط ہوں، ہمارا ملک مضبوط ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم یہاں صحیح اسلام صدق دل سے نافذ کر دیں۔ ہم دعا ہی کر سکتے ہیں، ہمارے ہاتھ میں کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسلام کو غلبہ نصیب فرمائیں اور علماءِ حق کی شبانہ روز کی مساعی کو شرفِ قبول سے نوازیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری قوم کو اپنے سچے خیر خواہ علماءِ حق کے ساتھ بھرپور تعاون کرنے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔

بقیہ: احکام شرعیہ کی حکمتیں

میں سے ہیں۔

قصاص کی مثال

قصاص (قتل یا زخم کا بدلہ) قتل و خونریزی کو روکنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ (۲: ۱۷۹) (اے عقلمندو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے)

قانونی سزاؤں کی مثال

سزائیں اور کفارے (جرمانے) اس لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ گناہوں پر زجر و توبیخ ہوتی رہے (یعنی ڈانٹ ڈپٹ کی جائے) جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لِيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ (۵: ۹۵) (تاکہ وہ اپنے کئے کا مزہ چکھے)

جہاد کی مثال

جہاد مقرر کئے جانے میں مصلحت یہ ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو (یعنی اللہ کا قانون تمام دوسرے قانونوں پر غالب آ جائے) اور ہر قسم کا فتنہ و فساد اور بدنظمی دور کر دی جائے ـــــ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (۸: ۳۹) (اور ان سے لڑو یہاں تک کہ بدنظمی دور ہو جائے اور دین سب کا سب اللہ ہی کے لئے ہو جائے یعنی اللہ کا دین غالب آ جائے اور سب اللہ کے قانون کے تابع بن جائیں)

آپس کے معاملات کی مثال

معاملات (لین دین) اور مناکحات (شادی بیاہ) کے احکام معاشرہ انسانی میں عدل و انصاف قائم کرنے کے لئے دیے گئے ہیں۔

غرض اس قسم کے کئی اور حکم ہیں جو قرآنِ حکیم کی آیات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہیں اور ہر زمانے کے بہت سے علماء نے ان پر گفتگو کی ہے (یعنی ان کی حکمتوں کو کھول کھول کر بیان کیا ہے)، جو شخص یہ باتیں نہ سمجھ سکے، اُسے گویا علم نے اتنا ہی چھوا ہے، جتنا سمندر میں ڈبو کر نکالی ہوئی سوئی کو پانی چھوتا ہے (یعنی اسے علم سے کچھ بھی حاصل نہیں ہے) ایسے شخص کو چاہیئے کہ وہ اپنے آپ پر (یعنی اپنی عقل پر) روئے وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس کی کسی بات پر بھروسہ کیا جائے۔

حکمۃ اللہ البازغہ یعنی اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ

مقدمہ از مصنفؒ

احکام شرعیہ کی حکمتیں

شیخ بشیر احمد بی اے لودیانوی ● محمد مقبول عالم بی، اے

کیا شرعی حکموں میں کوئی مصلحت نہیں ہے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شریعت کے حکموں میں کوئی خاص مصلحت نہیں ہوتی اور اعمال اور اُن کی جزا میں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے، کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اور انسان کو شرعی احکام کا مکلف بنانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آقا اپنے نوکر کی فرمانبرداری کا امتحان لینے کا ارادہ کرے۔ اور اسے کسی پتھر کو اٹھانے یا کسی درخت کو چھونے کا حکم دے (ظاہر ہے کہ) اس میں سوائے (نوکر کے) امتحان کے اور کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اب اگر وہ فرمانبرداری کرے یا نافرمانی کرے تو اس کے عمل کے مطابق اسے جزا یا سزا ملے گی۔ لیکن یہ نہایت غلط خیال ہے۔

قرآن و حدیث اسے غلط قرار دیتے ہیں

کیونکہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی سنت اور خیر القرون کا اجماع (یعنی آپؐ اور آپؐ کے بعد خیر و برکت والے زمانے کے عالموں کی متفقہ رائے) اسے جھٹلاتی ہے۔

عمل کا مدار نیت پر ہوتا ہے

جو شخص یہ نہ سمجھ سکے کہ عملوں کا مدار نیتوں پر ہوتا ہے (یعنی نیتوں کے مطابق عملوں کا حساب لگایا جاتا ہے) اور (نیتوں سے مراد) انسان کے نفس کی وہ کیفیات ہیں جن سے اعمال سرزد ہوتے ہیں جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (عملوں کا مدار نیتوں پر ہے) یا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (۲۲:۳۷) اللہ تعالیٰ کے پاس ان جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اللہ کے پاس تمہاری خدا پرستی کا جذبہ پہنچتا ہے۔)

نماز کی مثال

اور نماز اللہ کی یاد کرنے اور اس سے مناجات کرنے کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (۲۰:۱۴) (میری یاد کرنے کے لئے نماز قائم کرو) اور اس کا مقصد یہ بھی ہے، کہ انسان کو اپنی دوسری زندگی (آخرت) میں، اللہ تعالیٰ کے دیدار اور مشاہدے کے لئے تیار کرے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ستروں ربکم کما ترون ھذا القمر لا تضامون فی رؤیتہ فان استطعتم ان لا تغلبوا علی صلوٰۃ قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا فافعلوا (یقیناً تم اپنے رب کا دیدار اسی طرح کر سکو گے۔ جس طرح تم اس چاند کو آسانی سے دیکھتے ہو۔ اس کے دیدار میں تمہیں کوئی شک وشبہ نہ ہوگا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے، نمازوں کی پابندی کرو خاص کر سورج کے نکلنے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے کی نمازیں ضرور پڑھ لیا کرو اور کوئی چیز تمہیں اس سے باز نہ رکھے، تو ایسا ہی کیا کرو)

زکوٰۃ کی مثال

زکوٰۃ کا حکم شریعت میں اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس سے (انسان سے) کنجوسی اور بخل کی بری عادت جاتی رہے اور محتاجوں کی ضرورت پوری کرنے کا سامان بہم پہنچ سکے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ھُوَ خَیْرًا لَّھُمْ بَلْ ھُوَ شَرٌّ لَّھُمْ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (۳:۱۷۹) جو لوگ اس مال میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے، بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے اچھا ہے، بلکہ یہ ان کے لئے بہت ہی برا ہے چنانچہ قیامت کے دن یہ چیزیں جن میں وہ بخل کرتے ہیں ان کے گلوں میں طوق بنا کر پہنائی جائیں گی، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے، فرمایا کہ فَاَخْبِرْھُمْ اَنَّ اللّٰہَ فَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَآئِھِمْ فَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَآئِھِمْ (اے معاذ! تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے صدقہ کے طور پر مال دینا ان پر فرض کیا ہے کہ ان کے مالداروں سے مال لیا جائے اور ان کے محتاجوں کو دیا جائے۔)

روزے کی مثال

روزہ نفس کو مطیع کرنے (نفس پر قابو پانے) کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (۲:۱۸۳) (تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ یعنی امید کی جاتی ہے کہ تم باقاعدہ اطاعت اور فرمانبرداری کرنے والے بن جاؤ گے۔) اور رسول اللہ ؐ نے فرمایا۔ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَہٗ وِجَآءٌ (بے شک روزہ شہوت کو توڑ دیتا ہے۔)

حج کی مثال

حج شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کا نام یاد دلانے والی چیزوں) کی تعظیم کی خاطر مشروع (مقرر) ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ الآیہ (۳:۹۵) بے شک سب سے پہلا گھر جو سب لوگوں کے لئے خدا یاد کرنے کے واسطے بنایا گیا ہے۔ وہ ہے جو مکہ میں ہے، نیز فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ (۲:۱۵۸) صفا اور مروہ خدا یاد دلانے والی چیزوں

(باقی صفحہ [illegible])

مراسلات

خدام الدین کی معلومات افزا پیشکش

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

خدام الدین ماشاءاللہ خوب دینی رہنمائی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اور ظاہری و باطنی خوبیوں میں اب چار چاند لگ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور زور قلم عطا فرمائے اور حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کی زیر سرپرستی یہ دین حق کی آواز دنیا کے کونے کونے میں پھیل جائے۔

پچھلے دنوں شریعت کانفرنس کے موقع پر علماءِ حق کی عظیم خدمات کے تعارف کے لئے آپ نے جو نمبر شائع کیا ہے اس پر ہدیۂ تبریک قبول فرمائیے! یہ خاص پرچہ مجھے بے حد پسند آیا، اور میرے دوسرے دو ساتھی طالب علم جو تاریخ کے موضوع سے دلچسپی رکھتے ہیں انہوں نے آپ کی معلومات افزا پیشکش کی زبردست تحسین کی ہے — ادارہ خدام الدین کو ہماری طرف سے ہدیۂ تبریک پیش ہے۔

شاہد نسیم
سٹوڈنٹ ہسٹری۔ جی۔ ا بلاک، اسلام آباد

تبلیغی جماعت کی خدمات

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

آپ کے پرچہ خدام الدین ۱۰ مارچ میں حضرت شیخ التفسیر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کا ایک مضمون "دنیا حق کی متلاشی ہے" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں انہوں نے بڑے اچھے انداز میں تبلیغ اسلام کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلایا ہے انہوں نے اپنے مضمون میں تبلیغی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"تبلیغی جماعت والے جو ہمارے حضرات ہیں۔ یہ تبلیغ مسلمانوں میں کرتے ہیں۔ کہتے ہیں ہمارے جو رہنما ہیں، ہمارے مقتداء ہیں، ہمارے جو امیر ہیں بڑے مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے جو پڑپوتے ہیں اور اور حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اب تک کہتے ہیں کہ غیر قوموں کو دعوت دینے کا ہمارا اصول ہی نہیں اور ارادہ بھی نہیں اور پروگرام بھی نہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا اب گورے کالے کا سوال ہے، مذہب کا ایمان کا سوال ہی نہیں"۔

حضرت مولانا نے تبلیغی جماعت کے متعلق جو ریمارکس دئے ہیں وہ صداقت کے خلاف ہیں حالانکہ واقع یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ہاں یہ اصول نہیں کہ صرف مسلمانوں ہی میں دعوتِ اسلام دی جائے بلکہ غیر ممالک میں تبلیغی جماعتیں غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دعوت دیتی ہیں اور اپنوں کو بھی۔ کیونکہ آج کل کے مسلمان نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اور اسلام پر صحیح طریق سے عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ تبلیغی جماعت مسلمانوں کو بھولا ہوا سبق یاد دلاتی ہے۔ وہ کالے گورے کا سوال پیدا نہیں کرتی بلکہ دین، ایمان اور آخرت کا احساس دلاتی ہے۔

مولانا عبدالعزیز صاحب نے تبلیغی جماعت والوں کو جب ہمارے اپنے حضرات کہا ہے تو پھر انہیں تبلیغی جماعت کی صحیح صورت و شکل اور اس کا صحیح پروگرام پیش کرنا چاہیے۔ اور اگر تبلیغی جماعت کے طریق کار میں کوئی نقص ہے تو اس کی نشاندہی کرنی چاہئے جماعت والے انشاءاللہ اس پر عمل کرنے میں فخر محسوس کریں گے۔

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والی زندگی کو دنیا میں پیش کرنے اور صحابہ کرام کے طریقِ زندگی پر محنت کرنے ہی کو وہ صحیح اسلام سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

احقر محمد عبداللہ۔ باغبانپورہ لاہور

شاندار موقف

مکرمی ایڈیٹر صاحب!

آپ نے گزشتہ شمارے میں علماءِ اسلام کی خدمات، ان کے کارناموں اور ان کی دینی اور سیاسی جدوجہد کا عکس پیش کرکے لوگوں کے دل و دماغ پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ خدام الدین ماشاءاللہ بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ پڑھا جاتا ہے — خاص کر جب آپ شکوک و شبہات دور کرتے ہیں تو اس سے خدام الدین کے لئے دعائیں نکلتی ہیں کہ خدا کے فضل و کرم سے حضرت مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا لگایا ہوا گلشن پہلے کی طرح سرسبز و شاداب ہے اور اسلام کے صحیح عقائد کی تبلیغ کر رہا ہے۔ جیسا کہ آپ نے اعتراض کرنے والوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر خدام الدین یا ہمارے بزرگوں سے کوئی غلطی سرزد ہوگی۔ تو وہ اس کا اعتراف کرکے اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار ہوں گے۔ ہمارے بزرگ ان لوگوں کی طرح نہیں کہ انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کی توہین کرکے اس پر ڈٹے رہیں اور اسے اپنی ذات اور جماعت کے وقار کا مسئلہ بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کے اعتراف کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم اپنے حلقہ میں خدام الدین کی خوب اشاعت کر رہے ہیں۔ اور اب مخالفوں کو بھی اعتراف کرنا پڑ رہا ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور کا موقف و مسلک مبنی بر صداقت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کا سایہ تادیر سلامت رکھے آمین!

(محمد عبدالتواب قاسمی، ناظم آباد کراچی)

بحث ومذاکرہ

مولانا عبدالخالق مظفر گڑھی

کیا اسلام میں مزارعت ناجائز ہے

مسئلہ ملکیتِ زمین پر ایک تحقیقی نظر

گذشتہ چند شماروں میں مسئلہ ملکیت زمین کا اسلامی تجزیہ کے عنوان سے جناب محمد مسعود صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے اس کے شروع میں ادارہ خدام الدین کے مندرجات کے بارے میں لکھ دیا تھا کہ اگر کوئی صاحب اس کے مندرجات سے اظہار اختلاف کرنا چاہیں، اس کے لئے خدام الدین کے صفحات حاضر ہیں۔ کیونکہ عہدِ حاضر کے نئے نئے علمی مسائل کا پورے دلائل کے ساتھ حل پیش کرنا چاہئے۔ اور اختلافی مسائل کو جب تک صاحبِ مضمون کے اپنے الفاظ اور اس کے اپنے نظریات کے ساتھ پیش نہیں کیا جائے گا مسئلے کی حقیقت واضح نہیں ہوسکتی۔ مقامِ شکر ہے کہ عصرِ حاضر کے معاشی و اقتصادی مسائل کے بارے میں ہمارے علماءِ کرام گہری نگاہ رکھتے ہیں۔

مسئلہ ملکیت زمین اور مزارعت کے بارے میں ہمیں کئی مضامین موصول ہوئے ہیں۔ امروزہ اشاعت میں مولانا عبدالخالق صاحب کوٹلہ رحم شاہ ضلع مظفرگڑھ کا مضمون شائع کیا جا رہا ہے جو حضرات اس مسئلہ پر علمی انداز میں گفتگو کرنا چاہیں خدام الدین کے صفحات حاضر ہیں تاکہ اسلام کے مقابلہ میں کمیونزم جو اقتصادی و معاشی حل پیش کرتا ہے اہل اسلام نظری و فکری لحاظ سے اس کا جواب دینے کے لئے تیار ہوسکیں۔ (ادارہ)

خدام الدین میں مسئلہ ملکیت زمین کا اسلامی تجزیہ شائع ہوا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمین کو نقد یا فصل کی بنیاد پر بٹائی دینے کی ممانعت کی۔ اسلام میں نقد پر زمین کو دینے کی کہیں ممانعت نہیں بلکہ اس کی اجازت صریح موجود ہے صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں وامر بالمواجرت و قال لا بأس بها (رواہ مسلم) اور بٹائی پر دینے کی ممانعت اس بناء پر نہیں کہ یہ فی نفسہٖ قبیح ہے بلکہ اس بناء پر ہے کہ زمیندار زمین کے ایک قطعہ کی پیداوار اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایت ہے اس کے راوی رافع بن خدیج ہیں۔ روایت میں یہ لفظ موجود ہیں۔ انهم كانوا يكرون الارض على عهد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بما ينبت على الاربعاء او شیٔ يستثنيه صاحب الارض فنهانا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك فقلت برافع فكيف هی بالدراهم والدنانير فقال ليس بها باس وكان الذی نهى عن ذالك مالو نظر فيه ذوالفهم بالحلال والحرام لم يجيزوه ما فيه من المخاطرة (متفق علیہ)

ترجمہ: رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعض لوگ ایسا کرتے تھے کہ نہر کے پہلو میں جو آمدنی ہوتی تھی اس کو زمیندار اپنے لئے مخصوص کر لیتا تھا یا کسی اور حصہ معین کو اپنے لئے مخصوص کر لیتے تھے تو اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ حنظلہ بن قیس جو اس حدیث میں رافع بن خدیج کا شاگرد ہے کہتا ہے کہ میں نے رافع سے پوچھا فکیف ھی بالدراھم والدنانیر یعنی زمین کو دراھم دینار کے ذریعے اجرت پر دینا کیسا ہے تو رافع نے کہا لیس بها باس اس میں کوئی حرج نہیں اور رافع کہتے ہیں کہ جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے وہ چیز ہے کہ عقل بھی اس کو تسلیم نہیں کرتی۔

رافع بن خدیج کی ایک اور حدیث میں یہ لفظ ہیں۔ كنا اكثر اهل المدينة حقلاً وكان احدنا يكری ارضه و يقول هذه القطعة لی و هذه لك فربما اخرجت ذه ولم تخرج ذه فنهاهم النبی صلی اللہ علیہ وسلم (متفق علیہ)

ترجمہ: یہ بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت ہے جس کے راوی رافع بن خدیج ہیں کہتے ہیں کہ ہم تمام اہل مدینہ میں سے زیادہ مزارعت کرتے تھے اور ایک ہمارا اپنی زمین بٹائی پر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ زمین کے اس ٹکڑے کی پیداوار میرے لئے ہے اور اس ٹکڑے کی تیرے لئے۔ تو بسا اوقات یہ ٹکڑا پیداوار دیتا تھا اور یہ نہ دیتا تھا لہٰذا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو اس میں شک نہیں کہ ایسی صورت ضرور ممنوع ہونی چاہیئے۔ باقی رہا مطلقاً مزارعت کا ممنوع ہونا تو یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ——

مضمون نگار نے اس ایک حدیث کے ترجمہ میں بھی تھوڑا سا تغیر کیا ہے۔ وہ یہ حدیث ہے۔ من كانت له ارض فليزرعها او ليمنحها اخاه فان ابى فليمسك ارضه (متفق علیہ)

ترجمہ: جس شخص کی زمین ہو پس وہ خود کاشت کرے یا اپنے بھائی کو

عطیہ کر دے اور اگر ایسا نہ کرے تو اپنی زمین کو بند رکھے۔ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اس کا آخری جملہ ہے فان ابی فلیمسک ارضہٗ جس میں ارض کی اضافت اس شخص کی طرف ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس زمین کو نہ خود کاشت کرے اور نہ دوسرے بھائی کو عطیہ دے تو وہ زمین بھی ہے اسی کی، اس کے مِلک سے باہر نہیں نکلی اور یہ حکم ہے کہ اپنے بھائی کو بطور عطیّہ کے دے استحبابی ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم ینہا عنہ لکن قال ان یمنح احدکم اخاہ خیرلہ من ان یاخذ علیہ خرجًا معلومًا (متفق علیہ)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً عقد مزارعت سے منع نہیں فرمایا لیکن استحباباً یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے بھائی کو بطور عطیہ دے تو وہ بہتر ہے اس سے کہ پیداوار میں سے کچھ حصّہ مقرر کرے اور یہ جو مضمون نگار نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی بناء پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضؓ نے امیر معاویہ رضؓ کے دَور میں جبکہ سرمایہ داری پورے طور پر مسلمانوں میں رواج پا چکی تھی زمین کی بٹائی وصول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور صدیق اکبر رضؓ، فاروق اعظم رضؓ امیرالمومنین عثمان رضؓ ابن عفان اور حضرت علی رضؓ بن ابی طالب کا زمانہ پایا تو ان مبارک زمانوں میں مزارعت پر عمل کرتے رہے۔

صاحب مشکوٰۃ امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ بالمدینۃ اہل بیت ھجرۃ الا یزرعون علی الثلث والربع وزارع علیؓ و سعد بن مالک و عبداللہ بن مسعود وعمر بن عبد العزیز والقاسم وعروۃ و ال ابوبکرؓ و ال عمر و آل علیؓ و ابن سیرین و قال عبد الرحمٰن بن الاسود کنت اشارک عبد الرحمٰن بن یزید فی الزرع وعمل عمر الناس علی انّہ ان جاء عمر بالبذر من عندہ فلہ الشطر وان جاؤا بالبذر فلھم کذا (رواہ البخاری)

ترجمہ: امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی گھر مہاجروں کا ایسا نہ تھا جو بٹائی پر تہائی پر یا چوتھائی پر مزارعت نہ کرتا ہو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے مزارعت کی۔ سعد بن مالک نے مزارعت کی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ عمر بن عبدالعزیز رضؓ، قاسم، عروہ، آل ابوبکر رضؓ آل عمر رضؓ، آل علی رضؓ اور ابن سیرین نے مزارعت کی۔ عبدالرحمٰن بن اسود کہتے ہیں کہ میں مشارکت کرتا تھا عبدالرحمان بن یزید کے ساتھ مزارعت میں اور معاملہ مزارعت کا کیا حضرت عمر رضؓ نے لوگوں کے ساتھ اس شرط پر کہ اگر بیج عمر دے گا تو اس کے لئے پیداوار کا نصف ہے اور اگر بیج دوسرا فریق دے گا تو ان کے لئے اتنا ہے۔

مضمون نگار فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی زمین بٹائی پر دینے کی مخالفت کی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ امام اعظم رحؒ نے مزارعت کی مخالفت کی ہے لیکن امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے مزارعت کی یہ زمین بٹائی پر دینے کی اجازت دی ہے اور علمار احناف کا فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ چنانچہ ہدایہ اخیرین جلد ۴ صفحہ ۴۰۹ میں تصریح ہے اس کی کہ ان الفتویٰ علی قولھما لحاجۃ الناس الیھا ولظھور تعامل الامۃ بھا والقیاس یطلق بالتعامل۔

ترجمہ: علماء احناف کا فتوٰے صاحبین کے قول پر ہے کہ مزارعت جائز ہے اس لئے کہ لوگوں کو اس کی حاجت ہے اور امّت کا تعامل بھی اس کے ساتھ ہے اور تعامل کی وجہ سے قیاس ترک کیا جاتا ہے۔

مضمون نگار فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ مزارعت کے قائل تھے لیکن یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ وہ ہارون الرشید کے قاضی القضاۃ تھے کہ جس کے زمانہ میں ملوکیت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ان حالات میں امام ابو یوسف کے لئے مزارعت کے خلاف رائے قائم کرنا ممکن نہ تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایک امام مجتہد کے متعلق یہ نہایت سوئے ظن ہے کہ وہ ایک بادشاہ کے دباؤ اور ہیبت کی وجہ سے حق کو چھپائے رکھے۔ امام ابو یوسف رحؒ کا رتبہ ہارون رشید کے سامنے یہ تھا کہ وہ جب کوئی حکم صادر کرتے تو یوں کہتے کہ اے ہارون! میں تجھے حکم کرتا ہوں کہ تم ایسا کرو۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ ہارون رشید اسے ہیبت کھاتے ہوں کہ ایک امر ناجائز یعنی مزارعت کے عدم جواز کو ظاہر نہ کر سکے۔

زمین کی شرعی حیثیت

مضمون نگار فرماتے ہیں کہ زمین ایک مسجد کی طرح ہے جس سے ہر شخص مساوی طور پر استفادہ کر سکتا ہے۔ یہ اس کی ملکیت ہے جو سب سے پہلے اسے زیرِ کاشت لاتا ہے۔ اور جو شخص اس طریقہ پر کسی زمین کو اپنے تصرّف میں لائے تو وہ اس کا مالک ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ زمین اور مسجد کے درمیان ایک فرق ہے وہ یہ ہے کہ مسجد کسی انسان کی مِلک نہیں ہوتی اور زمین کے بارے میں مضمون نگار یہ فرماتے ہیں کہ زمین اس کی ملکیت ہے جو سب سے پہلے اسے زیرِ کاشت لاتا ہے پھر یہ بھی علی العموم نہیں بلکہ یہ ارض الموات کے بارے میں ہے۔ ارض موات اس زمین کا نام ہے جو کسی کی مِلک نہ ہو یا مملوک فی الاسلام ہو اور اس کا مالک معیّن معلوم نہ ہو اور وہ آبادی سے دور ہو تو اس کو جو شخص پہلے آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ چنانچہ ہدایہ اخیرین جلد ۴ صفحہ ۴۶۱-۴۶۲ میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ پھر جو شخص ایسی زمین غیر مملوکہ کو آباد کرے گا وہ صاحبین کے نزدیک تو مالک ہو جائے گا

ذکرِ صحابہ رضؓ

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ العالی۔

حضرت عکرمہؓ کا قبول اسلام

آپ کا نام عکرمہؓ باپ کا نام عمرو بن ہشام اور ابوالحکم کنیت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کنیت تجویز فرمائی۔ اب یہی کنیت مشہور ہے۔ جنگ بدر میں مارا گیا۔ دو نو عمر نوخیز نوجوانوں نے اُسے واصل جہنم کیا۔

عکرمہ کفر میں نہایت سخت اور دشمن تھا۔ ۸ھ فتح مکہ کے موقع پر یمن کی طرف بھاگ گیا۔ اس کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہاشم اس کے پاس پہنچی اور ساتھ لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کا بلند ترین نمونہ پیش کرکے فرمایا "اے اسپ سوار مہاجر مرحبا" عکرمہ عرب میں بلند ہمت بلند پایہ شہسوار تھے۔ ۸ھ میں اسلام قبول کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ عکرمہ آ رہا ہے۔ اس کے باپ کو بُرا نہ کہنا کیونکہ مُردوں کو بُرا کہنے سے زندوں کا دل آزردہ ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حجۃ الوداع میں عکرمہؓ کو قبائل ہوازن میں صدقات کی وصولی کرنے کے لئے بھیجا اور حضرت ابوبکرؓ نے فتنۂ ارتداد کے فرو کرنے کے لئے انہیں عمان میں بھیجا اور یہ فتنہ فرو کرکے کامیاب ہو کر واپس آئے۔ پھر انہیں یمن کا والی بنا کر بھیجا۔

آپ ۱۵ھ میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عکرمہؓ نے وظیفہ پوچھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وظیفہ تلقین فرمایا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ عکرمہ نے عرض کیا۔ کہ میرے لئے مغفرت طلب کیجئے۔

جنگ یرموک میں حضرت عکرمہؓ شدید مجروح ہوئے اور پیاس سے جاں بلب تھے۔ عکرمہؓ نے پانی طلب کیا۔ جب آپ کے پاس پانی لایا گیا تو عکرمہ نے دیکھا کہ پاس ہی سہیل بن عمرو پیاس سے جان بلب ہیں۔ عکرمہؓ نے کہا سہیل کو پلاؤ، جب سہیل کے پاس پہنچا تو انہوں نے اپنے پاس حارث بن ہشام کو اسی طرح پایا تب سہیل نے حارث کے پاس پہنچا دیا۔ جب ساقی حارث کے پاس پہنچا تو وہ بہشت میں پہنچ چکے تھے۔ اسی طرح یہ ایثار کے مجسمے سب کے سب پیاسے ساقیٔ کوثر کے پاس پہنچے (الاستیعاب صفحہ ۱۴۸)

ایک دفعہ حضرت عکرمہؓ نے شکایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض احباب مجھے طعنے کے طور پر ابن ابو جہل کے نام سے پکارتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

ایک معجزہ

حضرت نافع کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً چار سو نفر صحابی تھے۔ جنگل میں پانی نہ ملنے کے سبب بے حد بے قراری دامن گیر ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تکالیف کو محسوس فرمایا۔ اچانک ایک بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ٹھہر گئی۔ جناب نے اسے دوہا اور سب حاضرین کو سیراب فرمایا۔ کوئی پیاسا نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے نافع یہ تیری ہے اسے اپنے قبضہ میں رکھ لے۔ لیکن تیرے قبضہ میں نہ رہے گی اور تو اسے اپنے قبضہ میں نہ رکھ سکے گا۔ میں نے کلا ٹھونکا اور پختہ رسی سے اچھی طرح کس کر باندھ دیا۔ قافلے والے اور میں بھی سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو دیکھا کہ رسی موجود اور بکری غائب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے نافع جس نے بھیجی تھی وہی لے گیا۔ (اصابہ صفحہ ۵۱۹)

حضرت نعمان بن مُقرنؓ

انہوں نے سات بھائیوں کے ساتھ ہجرت کی۔ فتح مکہ کے دن اپنے قبیلہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا ان کے ایک بھائی کا نام سوید بن مقرن تھا۔ سوید کے سامنے ایک عمر رسیدہ شخص نے اپنے غلام کو زور سے تھپڑ مارا۔ سویدؓ نے فرمایا کیا تم چہرے سُرخ کرنا جانتے ہو، معاف کرنا نہیں جانتے۔ اے شیخ ہم سات بھائی تھے اور ہم سب کے پاس صرف ایک لونڈی تھی۔ ہمارے سب سے چھوٹے بھائی نے ایک تھپڑ مارا تھا۔ آنحضرتؐ نے حکم فرمایا کہ اسے آزاد کر دو ہم نے اسے آزاد کر دیا۔ حضرت نعمان بن مقرنؓ کچھ عرصہ مدینہ میں رہ کر پھر دینی مفاد کے لئے بصرہ پھر کوفہ چلے گئے۔ پھر مغازی ایران میں شریک رہے پھر حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں ایک تجربہ کار جنگی جوان کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہوا جو اصفہان پر حملہ آور ہو۔ حضرت امیر عمرؓ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اصفہان کے محاذ پر فوج کی کمان کس کے حوالے کی جائے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا میں ابھی اگر موزوں شخصیت کا پتہ دیتا ہوں اور مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ نعمان بن مقرنؓ نوافل میں مشغول ہیں انہیں ساتھ لے کر آئے اور فرمایا کہ انہیں

محاذ پر بھیج دیا جائے۔ حضرت نعمان بن مقرنؓ کو اصفہان روانہ کر دیا گیا۔ جب وہ نہاوند کے معرکہ پر پہنچے تو فوج سے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دن ڈھلنے کے فوراً بعد حملہ کر دیا کرتے تھے۔ اللہ کی نصرت نازل ہوتی تھی۔ پھر اپنے لئے دعا مانگی اَللّٰھُمَّ ارْزُقِ النُّعْمَانَ شَھَادَۃً بِنَصْرِ مُسْلِمِیْنَ وَ فَتْحٍ عَلَیْھِمْ مسلمانوں نے اس دعا پر آمین کہی اور فرمایا کہ جب میں جھنڈے کو تیسری دفعہ ہلاؤں تو یکدم ایک دوسرے کا انتظار کئے بغیر حملہ کر دینا اور اگر میں شہادت پا جاؤں تو ذرہ بھی میری پرواہ نہ کرنا۔ اس فیصلے کے مطابق جب حملہ ہوا تو سب سے پہلے حضرت نعمانؓ ہی شہادت پانے والے ثابت ہوئے ان کی شہادت کے بعد حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے جھنڈا سنبھالا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نعمان کی دعا کے مطابق فتح مرحمت فرمائی اور حضرت نعمانؓ ۲۱ھ نہاوند کے مقام پر جمعہ کے دن شہید ہوئے جب مدینہ منورہ میں ان کی شہادت اور فتح نہاوند کی خبر پہنچی تو حضرت امیر عمرؓ نے ممبر پر چڑھ کر اشکبار آنکھوں اور درد بھرے دل سے ان کی شہادت کی خبر سنائی۔ (استیعاب ص۵۱۷)

حضرت معن بن عدیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن میں نے لوگوں کو زار و قطار روتے دیکھا جو دردناک آواز میں کہہ رہے تھے کہ کاش ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مر جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم کسی فتنہ میں مبتلا ہو کر خطرہ میں نہ پڑ جائیں حضرت معنؓ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے یہ ہرگز پسند نہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مر جاؤں بلکہ مجھے بعد میں زندگی اس لئے پسند ہے تاکہ جس طرح میں نے ان کے زمانہ حیات میں تصدیق کی اسی طرح ان کی وفات کے بعد ان کی رسالت اور اسلام کی صداقت کی تصدیق کروں۔ حضرت معن بن عدیؓ مسلیمہ کذاب کے مقابلہ میں حضرت خالد بن ولید کی قیادت میں یمامہ کے میدان میں شہید ہوئے۔ (اصابہ ص۴۲۹)

آنحضرتؐ کی غریبوں اور بیکسوں سے محبت

حضرت ابو سفیان فزاری فرماتے ہیں کہ مجھے میرا مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے زیارت کر کے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت نے میرے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور کمال محبت اور انتہائی شفقت سے اپنا دستِ شفقت میرے سر پر پھیرا اس کا یہ اثر رہا کہ ہر طرح کی برکت اور خدا کی رحمت میرے شامل حال رہی۔ بڑھاپے کی وجہ سے میرا سر سفید ہو گیا مگر یہاں آنحضرت صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک لگا تھا وہاں کے بال بالکل سیاہ رہے (اصابہ ص۳۲۵)

حضرت کعب بن سوار ازدیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں اسلام قبول کیا۔ مگر زیارت سے مشرف نہ ہو سکے حضرت امیر عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں بصرہ کا قاضی بنایا۔ قاضی بننے کی داستان عجیب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس کعبؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت دربارِ خلافت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ میں نے اپنے خاوند سے بہتر کوئی انسان دیکھا نہ سنا۔ بارہ مہینے دن کو روزہ سے اور رات کو عبادت میں گزار دیتا ہے۔ سردی، گرمی اس کا یہی معمول رہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ وہ عورت حیا کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکی اور مایوس ہو کر اٹھ کر جانے لگی۔ کعب نے کہا حضرت یہ عورت اپنے خاوند کا شکوہ لے کر آئی ہے۔ لیکن آپ نے خاوند کے مقابلہ میں اس کی حق رسی نہیں فرمائی۔ حضرت امیر عمرؓ نے اس عورت کو واپس بلایا۔

اور فرمایا کہ تیرے بیان سے کعبؓ نے یہ سمجھا ہے کہ تو اپنے خاوند کا شکوہ کر رہی ہے۔ عورت نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے۔ میں صحت مند اور جوان عورت ہوں۔ میرا خاوند سال بھر روزہ رکھنے، اور راتوں کو جاگنے کی وجہ سے میرا حق ادا نہیں کرتا اس لئے انصاف چاہتی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کعبؓ سے کہا تو نے اس عورت کا منشا سمجھا اور تو ہی اس کے معاملہ کا فیصلہ کر۔ کعبؓ نے فرمایا کہ میری نظر میں اس کا فیصلہ یہ ہے کہ مدعیہ کو چار دن راتوں میں ایک دن رات ملنا چاہیئے۔ یعنی ہر چوتھے دن نہ دن کو نفلی روزے رکھے، نہ رات بھر جاگتا رہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہر چوتھے دن کی تعیین کیسے تجویز کی ہے۔ کعب بن سوارؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو چار بیویاں کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس طرح ہر بیوی کو چار دن میں ایک دن رات مل سکتا ہے۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کا خاوند اس کو چار دن رات سے ایک رات دن دے سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس کے خاوند کو بلا کر یہ فیصلہ نافذ فرمایا اور کعبؓ کے متعلق فرمایا کہ جاؤ میں نے تمہیں بصرہ کا قاضی بنایا کعبؓ بصرہ میں اس وقت تک قاضی رہے جبکہ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگ جمل و صفین ہوئی۔

تصحیح

گذشتہ شمارہ میں ذکر صحابہؓ کے عنوان سے جو مضمون چھپا ہے وہ مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہٗ کا تھا غلطی سے مولانا عبدالعزیز صاحب ساہیوال کا نام لکھ دیا گیا ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔

درس قرآن

روح اور بدن کے تقاضے

از: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب　　مرتبہ: محمد عثمان غنی

(۶)

اس درس گرامی میں مندرجہ ذیل علمی اور دینی فوائد آتے ہیں۔

- انسانی زندگی کے تین حصے ہیں۔
- انبیاء علیہم السلام کی تعلیم روح کو بدن پر غالب کرتی ہے
- نماز کے دینی اور دنیاوی فائدے۔
- اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں سے بڑی نعمت دین ہے۔
- نویں صدی ہجری کے سلطان ابراہیم اور ملک العلماؒ دولت آبادی کا واقعہ۔
- بے دین انسان حیوانات سے بدتر ہے۔
- دین کے ساتھ استہزاء کرنے والا نامراد رہتا ہے۔
- حضرت شیخ الحدیث غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

میرے محترم بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالےٰ کا بے انتہا احسان ہے کہ آج ہم کافی وقفے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ دین کا جو تعلق ہم سب میں قائم ہے، قرآن مجید کی برکت سے اس تعلق کو اللہ تعالےٰ ہمیشہ کے لئے قائم رکھے اور میری اور آپ کی قیامت کی نجات کا اسے ذریعہ فرمائے۔

پہلے درس میں جو رمضان سے قبل ہوا تھا سالگرہ کے موقع پہ اس میں سورتِ حجر کی کچھ آیات کا ترجمہ اور تشریح پیش کی گئی تھی آج اُسی رکوع کا باقی حصہ انشاء اللہ پیش کیا جائے گا۔

سورتِ حجر مکّی ہے یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور سورتِ حجر سے پہلے جو سورت ہے وہ سورتِ ابراہیم ہے وہ بھی مکّی ہے۔ سورتِ ابراہیم کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک ارشاد فرمایا تھا:

هذا بلغ للناس ولينذروا به وليعلموا انما هو اله واحد وليذكر اولوا الالباب۔

(ابراہیم نمبر ۵۲) یہ قرآن مجید، اس کے نازل کرنے کی حکمت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کیوں نازل فرمایا؟ آیا قرآن مجید کے نازل کرنے کا مقصد صرف ثواب اور عذاب کا مسئلہ ہی بیان کرنا ہے؟ یا صرف اس کی تقدیس کا احترام ہی کرانا ہے درحقیقت یہ قرآن مجید تو لوگوں کو گمراہی سے نکال کر ہدایت کی طرف لے جانے والی ایک مشعل ہے اور اس بات کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو اولوا الالباب ہوں۔ لُب کہتے ہیں عربی زبان میں مغز کو جیسا کہ بادام کا چھلکا ہوتا ہے اور ایک اس کا مغز ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ جو اولوا الالباب ہیں وہ تو نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ قرآن مجید کو سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید سے دنیاوی اور اُخروی زندگی بھی بہتر بنانے کے لئے راہِ عمل تلاش کرتے ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں اولوا الالباب نہیں ہیں وہ نہ قرآن کو سمجھتے ہیں، نہ نبیوں کو نہ رسولوں کو نہ کسی اور کتاب کو سمجھتے ہیں۔

میرے بھائیو! جس طرح دنیا کی ہر چیز کے تین حصے ہوتے ہیں۔ اسی طرح انسان کی اپنی زندگی کے بھی تقریباً تین حصے ہیں اور انسان کی ساری محنت ان تین حصوں پہ لگی رہتی ہے۔ اگر آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں تو یہ ہماری محنت تین حصوں پہ تقسیم ہو رہی ہے۔ کچھ ایسی محنت ہے جو کسی کامیاب حصے کیلئے ہے۔ کچھ ایسی محنت ہے جو اس سے ذرا اوپر جا کر کچھ ناکام ہے اور کچھ ایسی محنت ہے جو بالکل ناکام ہے لیکن ہم لگے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے انسان کا پاؤں انسان کے بدن کا ایک حصہ ہے۔ ایک آدمی اپنے پاؤں کو صاف کرنے میں محنت کرتا ہے اُس کو گندگی سے بچاتا ہے۔ ایسی چیزوں سے بچاتا ہے جو اُس کے پاؤں کو بیماری کی طرف لے جانے والی ہوں۔ ایک آدمی پاؤں کی طرف تو زیادہ توجہ نہیں کرتا۔ پاؤں کو نہیں دھوتا۔ پاؤں کو صاف نہیں کرتا لیکن بوٹ کو روزانہ پالش کر دیتا ہے جو بوٹ وہ پاؤں میں پہنتا ہے۔ اُس کو روزانہ پالش کر دیتا ہے۔ ایک تیسرا آدمی ہے وہ بوٹ کی بھی پرواہ نہیں کرتا پاؤں کا بھی خیال نہیں رکھتا دنیا میں تین قسم کی محنت ہے۔ اللہ کے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم، علماءِ حق، اولیاءِ عظام جو دنیا میں تشریف لائے انہوں نے انسانوں کو یہ بات سمجھائی کہ اللہ کے بندو! نہ ڈبے کی پوجا کرو نہ ڈبے کی صفائی کے متلاشی رہو۔ اپنی محنت کو اس میں صرف نہ کرو، نہ بوٹوں کی پالش کی طرف زیادہ توجہ کرو۔ پاؤں کی سلامتی چاہو۔ اگر پاؤں سلامت رہا تو یہ چیزیں رہیں گی۔ اگر پاؤں ہی سلامت نہ رہا تو یہ چیزیں کیسے رہیں گی؟ عقلمند اسی کو کہا جاتا ہے جو مغز کی بات کو سمجھے۔ آج سے تقریباً سو سال پہلے اتنا زمانہ نہیں گزرتا، سو سال پہلے (اپنے مسلمانوں کی بات کرتا ہوں) ہمارا یا ہمارے بزرگوں کا یہ حال تھا کہ ان کی محنت صرف روح کے لئے تھی۔ بدن کے لئے بڑی کم محنت کرتے تھے۔ پھر کچھ زمانہ آیا، روح کو چھٹی دے دی گئی۔ بدن کے لئے محنت کی گئی اور اب جس دور میں ہم جا رہے ہیں اب روح کو بھی چھٹی ہے بدن کو بھی چھٹی ہے اور بدن کے جو تقاضے ہیں ان کے لئے محنت ہے۔ آج اچھا کھانا ہم نہیں کھاتے تاکہ پیسے بچا لیں، موٹر خرید لیں۔ یہ بدن کا تقاضا پورا ہو رہا ہے۔ بدن کے لئے محنت نہیں ہے تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم دنیا میں اس لئے تشریف لاتے ہیں کہ وہ قوموں کو مقصدِ حیات بتائیں۔ اس لئے قرآن مجید نے سورتِ ابراہیم کے آخر میں ارشاد فرمایا تاکہ اولوا الالباب لُب والے، عقل والے، مغز والے میری بات کو سمجھیں اور میری بات سے نصیحت حاصل کریں۔ اس مغز کا اور اس لُب کا عمل انسانی زندگی میں کیا رہا؟ اور لوگوں نے اس مغز کو اور اس لُب کو کس طرح قبول کیا؟! انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی دعوت کو کس طرح ٹھکرایا۔ اس کو قرآن مجید نے سورتِ حجر میں بیان کیا۔

"حجر" کا لفظی معنی ہے عقل۔

قرآن مجید میں حجر کا لفظ دونوں معنوں میں آتا ہے ایک یہاں پہ آیا کذب اصحٰب الحجر المرسلين (الحجر نمبر ۸۰) حجر عقل کا معنی بھی رکھتا ہے جیسے فرمایا سورت الفجر میں هل فى ذلك قسم لذى حجر (الفجر ۵) اور یہ حجر وادی تھی وادیٔ حجر جسے آجکل

مدائن صالح کے نام سے کہا جاتا ہے۔ آج بھی وہاں کچھ آثار باقی ہیں۔ یہ وادی، اس وادی کا نام بھی وادیٔ حجر ہے۔ جس طرح عقل والے۔ آج ہم عقل کو صرف دنیاوی زندگی میں صرف کرتے ہیں۔ اس زمانے کے عقل مند لوگ بھی وادیٔ حجر کے رہنے والے بھی اپنی عقل کو اپنے دنیاوی ساز و سامان میں صرف کر رہے تھے اور قرآن مجید نے ان کی شہادت دی لم یخلق مثلھا فی البلاد (الفجر) قوم ثمود جو وادیٔ حجر میں آباد تھی اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ کے نبی صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ اُس قوم کا سارا زور کس پہ صرف ہو رہا تھا؟ دنیاوی نمائش پہ اور اپنے رہنے سہنے کے طریقوں پہ۔ قرآن شریف میں واضح طور پہ کئی جگہ موجود ہے کہ وہ بڑے اونچے اونچے مکان بناتے تھے پتھروں کو تراشتے تھے۔ سنگ تراشی کے ماہر تھے۔ کوٹھیاں بناتے تھے۔ پہاڑوں کے دامنوں میں اپنے محلات تعمیر کرتے تھے۔ یہ ساری محنت کس لئے کر رہے تھے؟ بدن کے تقاضے کے لئے روح کے لئے نہیں۔ بدن کا جو عارضی تقاضا تھا اُس کے لئے وہ محنت ہو رہی تھی اللہ کے نبی تشریف لائے۔ حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور انہوں نے اُن کے سامنے اللہ کی دعوت کو رکھا تو انہوں نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا۔

دعائے صحت کے لئے اپیل

احمد ٹیبریز دین گڑھ قصور کے مالک اور جمعیۃ علماء اسلام کے خازن حاجی عبدالحمید صاحب کا صاحبزادہ چند دنوں سے شدید علیل ہے۔ جمیع احباب سے بچے کی صحت کاملہ کے لئے خصوصی دعا کی اپیل ہے۔ (قاری محمد شریف قصوری)

ایک فکری دعوت

محمد مقبول عالم بی، اے۔ جائنٹ سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور

امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ پچیس برس کی جلاوطنی کے بعد "ایک فکری دعوت" لے کر ۷ر مارچ ۱۹۳۹ء کو واپس وطن تشریف لائے۔ اس دعوت کی بنیاد امام ولی اللہ دہلویؒ کے انقلابی فکر پر تھی۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ خود انقلابی تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ انہوں نے روس کا اشتراکی انقلاب اور ترکی کا فوجی انقلاب بچشم خود دیکھا تھا اور مختلف افکار و نظریات کا مطالعہ بھی کیا تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ امام ولی اللہ دہلویؒ کا اسلامی انقلابی فکر سب سے بلند و بالا ہے۔ وہ اس فکر کی دعوت لے کر وطن لوٹے اور نوجوانوں کو پیغام انقلاب دینے لگے۔ یہ دعوت پانچ برس تک جاری رہی اور آخر ۲۱ر اگست ۱۹۴۴ء کو آپ کا وصال ہو گیا۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اپنے بعد اس دعوت کو جاری رکھنے کے لئے ۱۵ر مارچ ۱۹۴۴ء کو "ولی اللہ سوسائٹی لاہور" کی بنیاد رکھی اور اس کا مقصدِ وحید امام ولی اللہ دہلویؒ کے فکر کی اشاعت اور تدریس قرار پایا۔ ولی اللہ سوسائٹی لاہور کی طرف سے متعدد کتب، پمفلٹ اور رسالے شائع کئے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ، اب مسلمانوں پر فکر و فلسفہ ولی اللّٰہی کی ضرورت اور اہمیت واضح ہو چکی ہے۔ یہی وہ فکر ہے جو اسلام کے غلبے کی ضمانت دیتا ہے اور پاکستان کو "امامت اقوام" کے مقام کے لئے تیار کر سکتا ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی دعوت یہ ہے کہ نوجوان امام ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفے کا گہرا مطالعہ کریں اس کے لئے انہوں نے "ولی اللہ کالج" قائم کرنے کا ایک پروگرام بھی ۱۵ر مارچ ۱۹۴۴ء کو شائع کیا تاکہ ایسے نوجوانوں کی تربیت کی جا سکے جو اسلامی انقلاب کی رہنمائی کر سکیں۔ اور اسے چلا سکیں۔ اُن کے نزدیک ایسے نوجوانوں کی تیاری کے بغیر انقلاب کی دعوت بے معنی ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ۱۹۲۴ء میں استنبول سے اپنا منشور شائع کرکے تحریک ولی اللّٰہی کا تیسرا دَور شروع کیا جس میں تقسیم برعظیم کا نظریہ دیا گیا۔ اسی منشور سے متاثر ہو کر علامہ اقبالؒ نے ۱۹۳۱ء میں مسلم انڈیا کا نظریہ پیش کیا تھا۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ ولی اللہ سوسائٹی کو تحریک ولی اللّٰہی کے تیسرے دَور کا نام دیتے ہیں۔

مسلم نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور کے تعاون سے امام ولی اللہ دہلویؒ کے فکر و فلسفے کا مطالعہ کریں۔ بے معنی نعرہ بازی کے بجائے ان کے لئے کرنے کا اصل کام یہی ہے۔ اوّل تو ایسا جامع فکر کسی کے پاس نہیں ہے اور پھر کوئی بھی کارکنوں کی تیاری اور ان کی تربیت کے کام کی طرف متوجہ نہیں۔ اس کے بغیر وہ کیسے اپنا نظام چلانے کے قابل بن سکیں گے۔

ملک کے اہل فکر و نظر اصحاب کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اس بات پر غور و فکر کریں۔ مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ولی اللہ کالج کا جو پروگرام ۱۵ر مارچ ۱۹۴۴ء کو شائع کیا تھا اس کے قیام کی ضرورت اب شدید سے شدید تر ہو چکی ہے۔ کیا مسلمان اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے ایسی درسگاہ کے قیام کے لئے دستِ تعاون بڑھائیں گے؟

ولی اللہ سوسائٹی پاکستان لاہور اس دعوت کے ذریعے ایک بار پھر حق تبلیغ ادا کرتی ہے اور اہلِ فکر اور مخیّر حضرات کی توجّہ اس اہم امر کی طرف مبذول کراتی ہے۔ وما علینا الّا البلاغ۔

اس سلسلے میں ملاقات یا خط و کتابت شیخ بشیر احمد بی اے لودیانوی جنرل سیکرٹری ولی اللہ سوسائٹی پاکستان ۲۲۳ - این، شاہ ولی اللہ روڈ سمن آباد لاہور سے کی جائے یا راقم الحروف سے مکتبہ خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور سے رابطہ پیدا کیا جائے۔

بقیہ: بحث و مذاکرہ

خواہ اس کے آباد کرنے کی اجازت امام سے یعنی حکومت وقت سے ملی ہو یا نہ اور امام اعظمؒ کے نزدیک تب اس کو آباد کرنے والا مالک بنے گا جبکہ اس کے آباد کرنے کی اجازت حکومت وقت سے ملی ہو۔ چنانچہ ہدایہ میں یہ عبارت ہے۔
ثم من احیاہ باذن الامام ملکہ و ان احیاہ بغیر اذنہ لم یملکہ عند ابی حنیفہ و قالا یملکہ۔

ترجمہ: جو شخص اس ویران غیر مملوکہ زمین کو حکومت وقت کی اجازت سے آباد کرے گا وہ اس کا مالک ہو جائے گا اور اگر حکومت وقت کی اجازت کے بغیر بھی آباد کرے گا تو امام اعظمؒ کے نزدیک مالک نہ ہوگا اور صاحبین کے نزدیک پھر بھی مالک ہو جائے گا۔ اگرچہ حکومت وقت کی اجازت کے بغیر بھی آباد کرے۔ دلائل فریقین کے ہدایہ جلد ۴ ص ۴۶۲ میں مذکور ہیں اور یہ حکم اس زمین کے متعلق نہیں جو کسی کی ملک ہو، خواہ ذمی کی یا مسلم کی اور اس مالک سے پہلے اس کو کوئی دوسرا آباد کرلے۔ تو وہ اس کی ملک ہو جائے۔ ایسا نہیں، کیونکہ جو دوسرے کی مملوکہ زمین کو بغیر اجازت مالک کے کاشت کرے تو اس کی پیداوار میں اس کا کوئی حق نہیں۔ چنانچہ یہی رافع بن خدیج حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا من زرع فی ارض قوم بغیر اذنھم فلیس لہ من الزرع شیئٌ ولہ نفقتہٗ
(رواہ الترمذی و ابوداود)

ترجمہ: جو شخص دوسرے کی زمین کو بغیر اس کی اجازت کے کاشت کرے تو کھیتی کی پیداوار میں اس کا کوئی حق نہیں اور اس کام کی اجرت کا اور بیج کا مستحق ہوگا۔

بقیہ: مولانا سید اسعد مدنی

سر پر سادہ سی ٹوپی، متوازن لباس اور عجز و انکساری کے سراپا کو دیکھ کر کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہ شخص محکمہ پولیس کا کوئی بڑا افسر بھی ہو سکتا ہے۔

سردار فضل محمود نے جہاز کے اندر داخل ہوتے ہی رفقاءِ سفر سے اصرار کیا کہ لائل پور تک مولانا مدنی کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے شرف بخشا جائے۔ چنانچہ ان کی حسب خواہش خان صاحب کو مولانا کے ساتھ نشست دے دی گئی۔ مولانا جمال الدین صاحب شیخ الحدیث مدرسہ اشرف المدارس، مولانا ضیاء القاسمی، مولانا محمد عثمان، مولانا عبدالعلیم جالندھری اور مولانا قاری عبدالسمیع سرگودھوی ہمارے رفقاءِ سفر تھے، جہاز نے پرواز کی، تو ملتان ائرپورٹ مولانا مدنی زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔

مولودِ مسعود

- حلقۂ احباب میں یہ خبر دلی مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ اللہ تعالےٰ نے قاری احمد خاں صاحب مدرس مدرسہ تعلیم القرآن پیپلز کالونی لائلپور کو فرزند عطا فرمایا ہے۔ لڑکے کا نام محمد بلال رکھا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ نومولود کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور عمر دراز فرمائے۔ آمین
- جامعہ قاسمیہ قصور کے مہتمم قاری حبیب اللہ قادری کے ہاں اللہ نے ایک مدت کے بعد فرزند عطا فرمایا ہے۔ بچے کا نام محمد عبداللہ معاویہ رکھا گیا ہے۔

بچوں کا صفحہ

احساسِ ذمہ داری کا ایک واقعہ

تحریر: سیّد محمد طلحہ میر

ایک دفعہ کا واقعہ ہے ۔ کہ ایران کا مشہور بادشاہ " دارا " شکار کھیلتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا ۔ وہ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ کر دُور دُور نظر دوڑانے لگا ۔ اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا نظر آیا ۔ بادشاہ نے اُسے دشمن سمجھ کر تیر کمان سنبھالا ۔ اور نشانہ باندھنے لگا اس آدمی نے جب بادشاہ کے ہاتھ میں تیر کمان دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے اور دعائیں دینے لگا ۔ بادشاہ نے تیر کمان چھوڑ دیا ۔ اور اسے پاس بلا لیا ۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ آدمی شاہی چراگاہ کا پاسبان ہے ۔ اور بادشاہ کو دیکھ کر سلام کی خاطر حاضر ہوا ہے ۔

بادشاہ نے کہا ۔ تم نے اچھا کیا کہ دُور ہی سے دعا و سلام کا سلسلہ جاری کر دیا ۔ ورنہ میں تمہیں ہلاک کر دیتا ۔

پاسبان نے کہا ۔ حضور! میں آپ کا بہت پرانا خادم ہوں ، کئی بار حاضرِ خدمت بھی ہوا ہوں ۔ حیرت ہے کہ حضور مجھے پہچان نہیں سکے ۔ حالانکہ میرے پاس حضور کے ایک ہزار گھوڑے ہیں ۔ میں اُن میں سے ہر ایک گھوڑے کو اچھی طرح جانتا ہوں ۔ ان کی شکلیں یاد رکھتا ہوں اُن کی چال خوب پہچانتا ہوں ۔ آپ جس گھوڑے کا اشارہ فرمائیں پل بھر میں لا کے پیش کر دوں ۔ یہ میرا ہنر نہیں بلکہ فرض ہے ۔ بادشاہ بھی میری طرح اپنی رعایا کا پاسبان ہوتا ہے ۔ بادشاہ کو بھی اپنی رعایا کا سب حال جاننا چاہیئے ، اپنے ہر نوکر کو پہچاننا چاہیئے ۔ وہ بادشاہ جو اپنے پرائے کو نہیں پہچانتا ۔ دوست دشمن میں تمیز نہیں کر سکتا ، بادشاہت کے لائق نہیں "۔

بچو! تاریخِ اسلامی کے اوراق اُلٹ کر دیکھو تو خلفائے راشدین کے دَور میں ہر چیز ملے گی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ گلی گلی کوچہ کوچہ گھوم کر بھوکوں ، ناداروں کو تلاش کیا کرتے تھے ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ یونہی گلیوں میں گھوم رہے تھے کہ ایک گھر سے بچوں کے رونے کی آواز آئی ۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا ۔ ایک عورت نے دروازہ کھولا تو آپ نے فرمایا ۔" بہن تمہارے بچے کیوں رو رہے ہیں ؟ "

اس عورت نے جواب دیا ۔" میرے بچے یتیم ہیں ۔ آج گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ۔ بچے بھوک کی وجہ سے بلک رہے ہیں ! "

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فوراً بیت المال کا رُخ کیا ۔ اپنے کاندھوں پر آٹے کی بوری اور دوسری اشیائے خوردنی لاد کر لائے ۔ اور اس عورت کو دے کر کہنے لگے ۔

" لو بہن ! کھانا پکاؤ اور اپنے بچوں کو کھلاؤ ۔ پھر آپ اس عورت کے بچوں کو کھلانے لگے ۔ وہ عورت کھانا پکانے میں مصروف ہو گئی ۔ جب وہ عورت بچوں کو کھانا کھلا چکی تو آپ نے فرمایا ۔

" اے بہن ! اگر تمہارے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں تھا تو تم نے عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کو کیوں خبر نہیں کی ؟

اس عورت نے جواب دیا ۔

" یہ میرا کام نہیں بلکہ عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) کا فرض ہے ۔ وہ خلیفہ ہے اسے اپنی رعایا کی خبرگیری کرنی چاہیئے "۔ اس کے بعد آپ نے اس عورت کو اپنا تعارف کرایا اور ان کو تکلیف دینے کی معافی مانگی ۔

حضرت عمر (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) نے ایک خطبے میں فرمایا ۔

" اگر میرے دَورِ حکومت میں کسی جنگل میں کسی دریا کے کنارے پر کوئی کتا بھوک کی شدت کی وجہ سے مر گیا تو قیامت کے دن مجھ سے سوال ہو گا ۔ اے عمر ! (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) تیرے دَور میں ایسا کیونکر ہوا ؟ "

پس اس حکایت اور تمثیلوں سے یہ واضح ہوا کہ ہر انسان کو اپنا فرض نہیں بھولنا چاہیئے ۔ خواہ وہ دولت مند ہو یا غریب ، فقیر ہو یا بادشاہ ۔ جو بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے ناواقف ہے ، وہ بادشاہت کے لائق نہیں ۔ بادشاہ پر عام آدمی سے بہت زیادہ فرض ہوتے ہیں ۔ اگر حاکم ذرا سی غفلت برتے تو کئی بے گناہ جانیں تلف ہو سکتی ہیں ۔ اس لئے اس کا فرض ہے کہ قریہ قریہ گھوم کر اپنی رعایا کا حال معلوم کرے اور رعایا کی ہر طرح کی الجھنیں دُور کرے ۔ جو بادشاہ ایسا کرنے سے عاری ہے تاریخ گواہ ہے انقلاب ان کو بے نام و نشان کر دیتے رہے اور اس کے برعکس اچھے بادشاہ اپنی رعایا میں مقبول و ممتاز رہے ۔

بچو! آپ نے بڑے ہو کر ملک کی باگ ڈور سنبھالنی ہے اس لئے یہ حکایت آج ہی سے ذہن نشین کر لو تاکہ وقت آنے پر اس پر عمل بھی کر سکو ۔ اگر آپ نے اس حکایت کو اپنے ذہن میں جگہ دی اور اس پر عمل کیا تو یقیناً دنیا کے ساتھ ساتھ اللہ تعالےٰ بھی آپ سے بہت خوش ہوں گے ۔

خدام الدین کی اشاعت بڑھا کر دینی تبلیغی فریضہ انجام دیں !